رسائل ومسائل

زمیندار، مزارع اور اسلام

سوال:

علامہ مودودی کا رسالہ "ملکیت زمین" نظر سے گذرا۔ پڑھ کر یہ معلوم ہوا کہ اسلام کا اقتصادی نظام نہ صرف زمینداری[۱] کو جائز سمجھتا ہے، بلکہ ضروری سمجھتا[۲] ہے۔ اور اسلامی نظام کی پوری مشینری یعنی فوج و پولیس، زمیندار کے اختیارات[۳] کی حفاظت کرے گی، اور یہ دیکھے گی کہ اس کی زمینداری صحیح وسالم[۴] رہے۔ بخلاف اس کے کاشتکاروں کے حقوق "محض اخلاق[۵]" کے بلند ہونے ہی پر پورے کئے جا سکتے ہیں۔ ہم نے مانا کہ اسلامی نظام میں زمیندار اور کسان کی باہمی رضامندی پر ہی معاملات طے ہوں گے، لیکن یہ کوئی نئی بات نہیں موجودہ زمانہ میں بھی یہی ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کسان اس پوزیشن میں کب ہوتا ہے کہ وہ زمیندار سے اس کی مرضی کے خلاف احتجاج کرے اور کام نہ کرے۔

پھر زمیندار یہ کرتا ہے کہ وہ بھوکے اور خستہ حال کسانوں کو قرض دے کر احسان مند کرتا ہے اور اس طرح ناجائز فائدے اٹھاتا ہے۔ مثلاً مقامی پالیٹکس میں دخل اندازی۔ اسمبلی کی نشست کے لئے ووٹوں کا حاصل کرنا

---

۱ زمینداری بہ شکل موجودہ نہیں، بلکہ بصورتِ جائز۔ ۲ زمینداری کو ضروری نہیں سمجھتا، بلکہ حق ملکیت کو انسانیت کے لئے ضروری سمجھتا ہے۔ ۳ مولانا مودودی نے یہ دعویٰ نہیں کیا، یہ الفاظ خود آپ نے اسلام کے سر ڈال دیئے ہیں، تحفظ صرف جائز ملکیت اور جائز حقوق کا ہو سکتا ہے، نہ کہ غیر محدود اختیارات کا۔ ۴ یہ محض ایک کھلا طنز ہے۔ اسلامی حکومت زمیندار اور مزارع کے درمیان انصاف کو قائم رکھنے کی ذمہ دار ہے، اور وہ صرف یہ دیکھے گی کہ یہ انصاف صحیح وسالم ہے یا نہیں! ۵ یہ "محض اخلاق" کی بات بھی من گھڑت بات ہے۔

۶ آپ "نئی بات" چاہتے ہیں یا اسلام کا فیصلہ!

وغیرہ ۔ علاوہ بریں وہ پبلک فنڈز، بڑے بڑے چندے دیکر حکومت میں دسترس پیدا کر لیتا ہے ۔ مقابل اس کے غریب لوگوں کے حقیر چندے کچھ بھی شمار نہیں ہو سکتے ۔

آپ مجھے دنیا کا کوئی ایسا ملک دکھا دیجیے جہاں سرمایہ دار اور زمیندار موجود ہے[1] اور اقتدار اس کے پاس نہیں ہے !

پھر یہ کہ ایک زمیندار گھر بیٹھا کسان کی محنت پر دن گذار سکتا ہے ۔ صرف اس لیے کہ اس کا باپ جائداد چھوڑ گیا ہے ۔ اور اس طرح وہ ملک کی دولت میں اضافہ کئے بغیر دوسروں کی محنت کے بل پر بیٹھا کھاتا ہے ۔ اس کی حیثیت بالکل حرام خور کی سی ہے ۔ اسلامی ریاست کے لئے یہ کتنا دردناک عذاب ہوگا کہ وہاں ایک طبقہ بالکل بیکار بیٹھ کر عیش و عشرت کی زندگی گذارے گا ۔

قانونِ وراثت بھی اس معاملے میں ایک بیکار ہتھیار ہے سیٹھ عبداللہ ہارون کا جب انتقال ہوا تو ان کی جائداد ان کے چار بیٹوں میں تقسیم ہو گئی ۔ اب ان کے چار بیٹوں کی دولت بڑھتے بڑھتے ہر ایک کے پاس اتنی ہو گئی جتنی کہ سیٹھ ہارون کے پاس تھی ۔ کیا اثر ہوا ہماری اقتصادیات پر ؟

میری رائے یہ ہے کہ مودودی صاحب نے پوری کتاب زمینداروں کے حقوق تسلیم کرانے کے لئے لکھی ہے ۔ لیکن بیچارے کسانوں نے کیا جرم کیا تھا کہ ان کے حصے میں پوری کتاب میں سے صرف آدھا صفحہ آیا ، وہ بھی حد درجہ تشنہ ۔ وقت کا تقاضا تو اس کے خلاف ہے !

جواب :

آپ کی ذہنی پریشانی کی اصل وجہ کی نشاندہی خود آپ کے خط سے ہوتی ہے آپ اسلام سے مطالبہ " وقت کا تقاضا " اور " زمانے کا ذہنی رجحان " لا کے رکھتے ہیں کہ وہ اس کی تصدیق کرے ۔ جب وہ ایسا

[1] مگر براہ کرم پہلے آپ ہی کسی ایسے ملک کی نشاندہی فرما دیجیے جس میں اسلام بحیثیت نظامِ زندگی کار فرما ہو اور جہاں ... سوال کیجیے گا ۔ بہتر ہو کہ آپ ہی یہ بتا دیں کہ کہیں کوئی ایسا ملک بھی ہے جہاں قومی **ملکیت** کا نظام ہو اور پھر وہاں انسانی آزادی کی کوئی رمق باقی رہ گئی ہو ۔ [2] سرمایہ داری کا رجحان اس کے برعکس ہوتا ہے کہ وہ چار سرمایہ داروں کو ملا کر ایک بنا دیتا ہے لیکن ... ایک کے چار بنا دیتی ہے ... بالکل الٹا ہے ...

نہیں کرتا تو آپ مضطرب ہو جاتے ہیں اور اضطراب قسم قسم کے سوالات کی شکل اختیار کرتا ہے۔

دراصل ہمارے گرد و پیش کی فضا پر کمیونسٹ فلسفہ اپنا پرتو اتنا گہرا ڈال چکا ہے کہ اس کے مخالفین تک میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو قومی ملکیت کے اصول سے ڈرے ڈرے کوئی حل مشکلات اختیار کرتے ہوئے یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہمیں تنگ نظر، پست فکر اور تاریک خیال سمجھا جائے گا، اور اس بات سے ڈرتے بھی ہیں کہ ہم پر سرمایہ داری کی حمایت و تائید کا الزام چپک دیا جائے گا۔ اس وجہ سے وہ کسانوں اور غریب طبقوں کو مظلومی سے نکالنے کے لئے صرف ایک ہی حل کو برحق قرار دیتے ہیں کہ سرمایہ و زمین اور ذرائع و وسائل کو افراد سے چھین کر ریاست کے حوالے کر دیا جائے۔ ان کا مطالبہ صرف یہ نہیں ہوتا کہ غریبوں کی مشکلات کا حل بتاؤ، بلکہ یہ ہوتا ہے کہ وہی حل بتاؤ جس کا دنیا میں چرچا ہے اور جسے بہت سے لوگ مان چکے ہیں۔ پھر مطالبہ اتنا ہی نہیں ہوتا کہ اس حل کی حمایت کرو بلکہ یہ بھی ہوتا ہے کہ اسی کو اسلامی حل بھی قرار دو!

ہماری درخواست یہ ہے کہ آپ پہلے اس طرز فکر سے اپنے آپ کو الگ کر لیں، اور اپنے ذہن کو اس حقیقت پر جما دیں کہ وقت کے رجحانات اور تقاضے، اور ہماری خواہشات اور جذبات ایک شے ہیں، اور اسلام ایک شے ہے۔ یہ دونوں ہر حال میں ایک نہیں ہوتے۔ پھر دوسری چیز یہ طے کریں کہ آپ وقت کے رجحانات اور اپنی خواہشات کو اسلام پر قربان کرنا صحیح سمجھتے ہیں یا اسلام کو ان کا تابع بنانا لازم جانتے ہیں۔ اب اگر یہ طے ہو جائے کہ آپ اسلام ہی کو معیار فیصلہ بنا کے چلیں گے تو پھر آپ دیکھیں گے کہ ساری گرہیں یکے بعد دیگرے کھل جائیں گی۔

مودودی صاحب کی خصوصیت جس نے انہیں ہماری تاریخ میں ایک امتیازی مقام پر لا کھڑا کیا ہے یہی ہے کہ وہ اسلام کو معیار فیصلہ مان لینے کے بعد وقت کے رجحانات اور اپنی خواہشات سے احکام اخذ نہیں کرتے، بلکہ کتاب و سنت سے انہیں جو کچھ حق معلوم ہوتا ہے، اسے پورے اعتماد اور زور استدلال کے ساتھ دنیا کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ اس خطرناک جرأت سے کام لیتے ہوئے ان کو نہ تو احساس کمتری لاحق ہوتا ہے، نہ انہیں ملائیت اور تاریک خیالی کے الزامات سے گھبراہٹ ہوتی ہے۔ اور نہ بندگان ماحول کے طنز آمیز انتقادات کی پروا ہی وہ کرتے ہیں۔

پس اُن کی کتاب پر تنقید کرنے کے حق کو استعمال کرتے ہوئے آپ ایک مسلم کی طرح یہ دیکھنے کی کوشش کریں کہ انہوں نے کتاب و سنت کو استدلال کا مرکز بنایا ہے یا کسی اور چیز کو؟ اور پھر جو استدلال کیا ہے وہ صحیح ہے یا اس میں کوئی گڑبڑ کی ہے۔ پھر اگر آپ دیکھیں کہ انہوں نے اسلام ہی کے مآخذ سے استدلال کیا ہے اور استدلال میں کوئی اختلال نہیں ہے تو اسے قبول کریں لیکن اگر آپ ایسا نہ پائیں تو مولینا مودودی تو کیا دنیا بھر کے علماء و مقدسین بھی اگر جمع ہو کے کسی غیر اسلامی دعوے کو سامنے لائیں تو اسے رد کر دیں ۔۔۔ اور خود کتاب و سنت سے صحیح استدلال کریں یا کسی دوسرے ماہر سے استفادہ کریں۔ یہ ہے ایک مسلمان کا سا طرزِ فکر!

لیکن یہ کوئی درست طریقہ نہیں ہے کہ ایک شخص اسلام کے اصلی مآخذ سے صحیح استدلال کرکے کوئی حقیقت سامنے لائے، اور وہ حقیقت فی نفسہٖ ہمیں ناپسند ہو تو بجائے اس کے کہ اس اصل حقیقت کے خلاف اپنی رائے دیں، سارا الزام اسے پیش کرنے والے پر رکھیں۔ اسلام سے کسی کا دل مطمئن نہ ہو سکے تو وہ کیوں نہ وہ ہمت کرکے خود اسی کو چھوڑ دے۔ اس کی ترجمانی کرنے والے سے الجھنا کیا فائدہ دے گا۔ اگر اسلام انفرادی ملکیت کا حق مانتا ہے، اگر وہ بالمعاوضہ کسی کی محنت خریدنے کی اجازت دیتا ہے تو جس کسی کو یہ چیزیں ناپسند ہوں اور جو ان کو حق کے خلاف پاتا ہو، اس کا اخلاقی فرض یہ ہے کہ وہ مردِ کار بنے اور خود اس فلسفہ و نظام کے خلاف علم اٹھائے جو ان نظریات کو ساتھ لایا ہے لیکن اسلام سے غیر اسلام کی تصدیق و حمایت چاہنا اور اس کے لئے "جدید اسلام" کے بانیوں کا سا طریقِ فکر اختیار کرنا بہت ہی افسوسناک حرکت ہوگی۔

اس کھری کھری تمہید کے بعد سوال کے اہم اجزا کا جواب درج ذیل ہے:۔

(۱) کاشتکاروں کے حقوق کی ادائی کو "محض اخلاق" پر منحصر ٹھہرانے کا الزام مودودی صاحب کو دینا زیادتی ہے۔ اس مقصد کے لئے قانون کو بھی اور دوسرے ذرائع کو بھی کام میں لائے بغیر چارہ نہیں۔ مولینا مودودی مدظلہ نے حسب ذیل قانونی اقدامات کو بنیادی طور پر ضروری قرار دیا ہے:

ا۔ علماء دین و ماہرین اراضیات و مالیات کا ایک مشترک کمیشن جاگیروں اور زمینداریوں کی

چھان بین کرے اور تمام ناجائز ملکیتوں کو بلا معاوضہ ادا کئے سلب کرلے۔

ب۔ زراعت پیشہ اور غیر زراعت پیشہ کی تفریق کو قانوناً ختم کر دیا جائے تاکہ اس بیہودہ طبقاتی تقسیم کے فتنے سے جملہ مسلمانوں کے حقوق مساوی ہوجائیں۔

ج۔ ایک ایسا زرعی قانون بنایا جائے جس کے ذریعہ مالکانِ زمین اور غیر مالک کاشتکاروں کے باہمی تعلق کو صحیح منصفانہ بنیادوں پر قائم کیا جائے۔ جس کی رو سے مزارعت ہو تو سیدھی طرح اسلام کے اصولِ شراکت پر ہو، اور یہ طے ہوجائے کہ مزارعت کی کونسی شکلیں جائز ہوں گی اور کونسی ناجائز! مالک اور مزارع کے درمیان زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم کس کس نسبت سے حصہ تقسیم ہوسکتا ہے۔ نقد کرایہ یا مزدوری پر کاشت کرائی جائے تو اس میں بھی مالک اور مستاجر اور مالک اور مزدور کے درمیان حقوق و فرائض کا تعین ہوجانا چاہئے۔ (فٹ نوٹ میں مولینا نے اشارۃً یہ ضرورت بھی ظاہر کی ہے کہ اصلاحِ احوال کے لئے اجرت اور کرایہ کی مقدار قانوناً مقرر کی جاسکتی ہے) یہ بھی طے ہوجانا چاہیئے کہ مالکانِ زمین کاشتکاروں سے اپنے حصے یا لگان کے علاوہ کوئی مال یا غلہ یا خدمات لینے کے مجاز نہ ہوں گے ورنہ اس طرح کی حرکات جرم قابلِ دست اندازیِ پولیس ہوں گی۔ بے دخلی اور فسخِ معاملہ کے متعلق بھی قواعد مقرر ہونے چاہئیں کہ وہ کن کن صورتوں میں ہوسکتی ہیں اور کن کن صورتوں میں نہیں ہوسکتیں۔ نیز زمین کو بیکار ڈال رکھنے پر بھی شریعت کے احکام اور اسپرٹ کے مطابق پابندیاں عاید ہونی چاہئیں۔ تاکہ مالکانِ زمین کا یہ میلان کم ہوسکے کہ وہ کاشتکاروں سے من مانی شرطیں تسلیم کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اگر کاشتکار نہیں مانتے تو اپنی زمین کو بیکار ڈال چھوڑنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ بہ نسبت اس کے کہ کسی بندۂ خدا کو اس پر کام کرنے کا موقع دیں۔

د۔ شریعت کے قانونِ میراث کو زرعی جائدادوں کے معاملے میں پوری قوت کے ساتھ نافذ کرنے کی کوشش کی جائے۔

ہ۔ زرعی پیداوار کا عشر اور زمینداروں کے مواشی کی زکوٰۃ باقاعدہ وصول ہو۔

جس شخص نے ان ساری قانونی تدابیر کو اختیار کرنا لازم ٹھہرایا ہے، اس پر محض اخلاق کا وعظ

کہنے کا صفحہ دینا بہرحال زیادتی ہے۔ آپ کو چاہیے تھا کہ اس حصّے کو بغور پڑھتے اور اس کے نتائج واثرات کا باقاعدہ اندازہ کرتے۔[1]

(۲) زمیندار اور کسان کی باہمی رضامندی پر معاملات کا انحصار آپ کو کھٹکا ہے اور آپ سمجھتے ہیں کہ اسلام کا یہ اصول آج بھی کارفرما ہے، اور اس کے نتائج سامنے ہیں۔ لیکن آپ اس چیز کو نظرانداز کر گئے کہ اسلامی نظامِ حکومت میں اس اصول کے ساتھ اور بھی کچھ اصول ہوتے ہیں جو آج موجود نہیں ہے۔ اسلام مزارع کو یہ کہہ کر چھوڑ نہیں دیتا کہ جاؤ جیسے چاہو زمیندار سے معاملہ کرو، تم فارغ البال رہو یا مفلوک الحال، مجھے اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہ اصول ہے موجودہ نظام کا!

اسلامی نظام کا ایک بنیادی اصول کفالتِ عامّہ (SOCIAL INSURANCE) کا اصول ہے۔ اس اصول کی رُو سے ریاست اس بات کی ذمہ دار ہے کہ اگر کوئی شخص بنیادی ضروریاتِ زندگی سے محروم ہو یا ان کو پورا کرنے سے کم آمدنی حاصل کر رہا ہو تو وہ اپنے بیت المال سے اس کی ضروریات کو پورا کرے۔ اور اسی اصول کے ایک تقاضے کے طور پر اسلام میں جو حقوقِ محنت مقرر کیے گئے ہیں ان کی بنیاد اس نظریے پر ہے کہ جس سے محنت لے وہ اس کی ضروریات بھی پوری کرے۔ اب فرض کیجیے کہ ایک مزارع کا معاملہ انصاف کے ساتھ کسی زمیندار سے طے نہیں ہو پاتا اور وہ بے روزگاری میں مبتلا رہتا ہے۔ اس دوران میں حکومت ضامن ہے کہ اسے اس کی ضروریات اُس وقت تک پوری کر کے دے، جب تک کہ وہ خود اپنی کوشش یا حکومت کی مدد سے حدِ کفالت تک کا ذریعۂ روزگار نہ پالے۔ دوسری طرف اگر ایک مزارع کو اس کی محنت کا معاوضہ اصولِ انصاف کے مطابق نہیں ملتا تو وہ اسلامی نظامِ عدالت کے سامنے اپنا استغاثہ لا سکتا ہے، اور وہ نظامِ عدالت "اصولِ کفالت" ہی کے ایک قانونی تقاضے کے تحت اس کی کم سے کم ضروریات کے بقدر معاوضہ کا اسے دلا سکتی ہے۔ آخر آج بھی تو مدیہ ایک عورت کو اس کا نان و نفقہ شوہر سے دلوا دیتے ہیں۔

---

[1] شاید یہ حصّہ آپ کو اس لیے غیر اہم نظر آیا ہے کہ یہ بقول آپ کے صرف "آدھا صفحہ" (اور در حقیقت ۲½ صفحے) تھا۔

بالکل اسی طرح ہر محنت کار اپنے اور اپنے کنبے کی بنیادی ضروریات پوری کرنے کے لئے اپنا حق بذریعہ عدالت وصول کر سکتا ہے۔

یہ پشت پناہی کا نظام جو اسلامی ریاست میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے، اگر کہیں کارفرما ہو اور ایک محنت کار کے لئے صحت کا، تعلیم کا اور انصاف حاصل کرنے کا مفت انتظام موجود ہو نیز اسے بے روزگاری یا خودی کی حالت میں یہ بھروسہ ہو کہ روٹی کپڑا اور مکان بہرحال اسے فراہم کیا جائیگا تو آخر وہ زمیندار سے گر گر معاملہ کریگا۔ کیوں؟ اسلامی ریاست کا اصولِ کفالت عامہ محنت کار کی قوت سودا بازی (Burgaining Power) کو موجودہ حالت کے مقابلے میں بہت زیادہ بڑھا دیگا۔

(۳) موجودہ نظام میں "چندوں" کا بنیادی فلسفہ ہی باطل ہے۔ آج چندہ لینے والے لیتے ہوئے اور دینے والے دیتے ہوئے یہ احساس رکھتے ہیں کہ یہ روپیہ کچھ اغراض کے لئے لگایا جا رہا ہے۔ چنانچہ دونوں طرف سے غیر شعوری طور پر ایک دوررس سودا ہوتا ہے۔ موجودہ ذہنیتوں کے ہوتے ہوئے اس کے سوا چارہ بھی کیا ہے۔ آج رضائے الٰہی سرے سے انفاق کی محرک ہی نہیں ہے، بلکہ ہے تو شہرت پسندی اور جاہ طلبی ہی ایک محرک ہے۔ لیکن اسلامی نظام تو ایسے چندوں سے اپنے "فنڈز" کو ناپاک بنانے سے بچائے گا۔ جن کے ساتھ رضائے الٰہی کی تمنا کے بجائے کسی طرح کی سوداگرانہ ذہنیت کے موجود ہونے کا سراغ مل جائے۔

جہاں تک محض "چندوں" اور حکومت و ملت کی مالی خدمات کے بل پر اسمبلی میں پہنچنے کا تعلق ہے، اس کے دروازے اسلامی نظام میں دوسری طرف سے بند ہو جائیں گے۔ یہ تو ظاہر بات ہے کہ آپ کے پارلیمانی نظام میں انتخابات "اصولِ امیدواری" (Candidatary) پر نہیں ہوں گے کہ سرمایہ دار آگے بڑھ کر اپنے آپ کو پیش کریں، اور پھر اسلامی انتخابات میں اخلاق و سیرت کے جن واضح بنیادی تقاضوں کو آئینی طور پر معیار کی حیثیت دی جائے گی، وہ خود سرمایہ دار کو اگلی صفوں سے اٹھا کر پچھلی صفوں میں منتقل کر دیں گے۔ ان بنیادی تبدیلیوں کے بعد محض روپے اور زمینداری کے بل پر اسمبلی کی رکنیت اور دوسرے عہدوں کا حصول ناممکن ہو جائیگا۔

باقی رہا یہ امر کہ ایک زمیندار یا کارخانہ دار جذبات صالحہ کے ساتھ اگر ریاست اور پبلک اور اپنے

محنت کاروں کی مالی اعانت کرتا ہے اور اس کے نتیجے میں اس کی خدمات کی ایک قدر پیدا ہوتی ہے تو اس کے خلاف وجہ شکایت کیا ہو سکتی ہے۔ ایک صاحبِ حیثیت آدمی کی مالی قوت کا یہی تو بہترین مصرف ہے اگر وہ اس مصرف پر مال صرف کرتا ہے تو اسلامی معاشرہ میں اس کے حسنِ عمل کا اعتراف ہونا ہی چاہیے۔

(۴) یہ اصول آخر آپ نے کس اسلام اور کس قرآن اور کس ذخیرۂ حدیث سے اخذ کیا ہے۔ کہ ایک شخص اپنی محنت کے نتائج کے علاوہ اور کچھ لینے کا حقدار نہیں ہے؟ کیا آپ تحفے، ہدیے، ہبے، ضیافت، صدقہ، عطیہ وغیرہ سب کو اس اصول سے حرام قرار دے دینا چاہتے ہیں؟ اگر نہیں تو آخر ایک وراثت و توارث ہی کے خلاف اشتعال کیوں؟

بلاشبہ وراثت و توارث کا نظام معاشرہ کے مختلف افراد کے لیے مختلف قسم کے حالات زندگی فراہم کرتا ہے۔ لیکن آخر ذرائع و وسائل کا تفاوت انسانی زندگی میں ایک ناگزیر حقیقت ہے۔ خود پیدائشی طور پر افرادِ انسانی کی عضوی، اور دماغی قوتیں اور صلاحیتیں، ان کا ماحول، ان کی خانگی تربیت کا نظام اور ان کی تعلیم، ان کی صحت، وغیرہ سب میں فطری تفاوت موجود ہے اور اسی طرح کا تفاوت آغازِ کار کرتے ہوئے سرمایہ و وسائل میں بھی ہو سکتا ہے۔ اور ہونا چاہیے۔ بنائے فساد یہ نہیں ہے، بنائے فساد غیر اسلامی ذہن اور غیر اسلامی نظام ہوتا ہے جو اس تفاوت سے ناجائز فوائد حاصل کرنے کی راہیں کھولتا ہے اور افرادِ انسانی میں تعاونِ کار کے راستے بند کرتا ہے۔

(۵) یہ تصور کہ دوسرے کی محنت سے بالمعاوضہ استفادہ کرنا بھی حرام خوری ہے، کسی خدا ترس آدمی کے ذہن میں پیدا نہیں ہو سکتا جسے یہ یقین ہو کہ آج جو فتویٰ بھی وہ دے، اُسے اس کے بارے میں کل اسے اپنے حاکم کے سامنے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ اس فتوے کی بنیاد کتاب و سنت کی فلاں فلاں تصریحات پر تھی اور میں نے باقاعدہ تحقیق کرنے کے بعد زبان کھولی تھی!

اگر اس طرح کا کوئی اصول حق ہو سکتا ہے تو پھر کسی تانگے پر کرایہ دیکر بیٹھنا، کسی قلی سے سامان اٹھوانا، کسی مزدور کی بنائی ہوئی مصنوعات روپے سے خریدنا سب ناجائز ہوگا۔ اور اگر یہ سب جائز ہے تو کیا وجہ ہے کہ ایک شخص اپنی زمین کی کاشت ہی کے کام میں کسی شخص کو ملازم یا شریکِ کار یا مزدور کی حیثیت سے کسی معاوضے

سے استعمال نہ کر سکے۔

براہِ کرم "لیس للانسان الا ما سعیٰ" کی وہ تفسیر اپنے ذہن سے نکال کر سوچیے جو کمیونسٹ مفسرینِ کرام نے گھڑ کے پیش کی ہے۔ اس تفسیر کو ماننے کے بعد آپ کو دورِ وحشت کی طرف لوٹ کر اپنے لئے نائی، دھوبی، ترکھان، جولاہا، موچی، لوہار، خاکروب وغیرہ سب کچھ خود ہی بننا ہوگا، اور ماں، باپ، بھائی، بہن، دوست، عزیز کسی کی محنت میں سے کچھ پانے کا حق نہ رہے گا۔

اِن مرعوب کن فلسفہ طرازیوں کا جب آپ باریک تجزیہ کریں گے تو ان کی مضحکہ خیزی آپ پر خود ہی کھل جائیگی۔

(۶) آپ کی تحریر سے اندازہ ہوا کہ آپ کو اسلامی قانونِ وراثت کے اُن امتیازی پہلوؤں سے تعارف نہیں ہے جن کا عمل سرمایہ دارانہ نظامِ وراثت کے بالکل متضاد دولت کو زیادہ سے زیادہ دور تک پھیلانے کا ہے۔

اسلامی قانونِ وراثت کی حسب ذیل خصوصیات کو آپ نگاہ میں رکھ کر پھر سارے مسئلے کو سوچیے:

ا۔ سرمایہ دارانہ نظام میں قانونِ وراثت ایک مرنے والے کا وارث بالعموم ایک ہی کو بناتا ہے تاکہ سمٹا ہوا خزانہ بدستور سمٹا رہے، اور ایک سانپ کی جگہ دوسرا سانپ اس کا چارج لے لے۔ بخلاف اس کے اسلامی قانونِ وراثت ایک آدمی کی جمع کردہ دولت کو بہت سے چھوٹے بڑے ٹکڑوں میں بانٹ دیتا ہے تاکہ جمع شدہ مال پھر پھیل جائے۔

(ب) مستحقینِ وراثت کی اسلام نے تین صنفیں قرار دی ہیں (۱) ذوی الفرائض (۲) عصبات (۳) ذوی الارحام۔ ان میں سے صرف پہلی صنف میں ۱۲ رشتے شامل ہیں اور ان میں سے بھی ۶ ایسے ہیں کہ ان میں سے جو بھی زندہ ہو وہ بہر حال حصہ پاتا ہے۔ یہ ہیں: باپ، ماں، بیٹا، بیٹی، بیوی، شوہر مثلاً ایک شخص مرتا ہے اور فرض کیجیے کہ اس کے ماں باپ زندہ ہیں، اس کی بیوی ہے، اس کے چھ بیٹے بیٹیاں ہیں تو اس کا ترکہ نو حصوں میں بٹے گا۔ نہ یہ کہ صرف بیٹوں کو ملے۔ پہلی صنف میں مقررہ تناسب سے تقسیم ترکہ کرنے کے بعد جو حصہ بچ رہے۔ وہ عصبات میں تقسیم ہوتا ہے، نیز

اگر ذوی الفرائض موجود نہ ہوں تو ترکہ عصبات میں بٹتا ہے، اور اس صنف کے شرکا کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ یہ بھی نہ ہوں تو ذوی الارحام کی صنف ترکہ پاتی ہے۔ پس اسلامی قانون وراثت کے تحت دولت کے پھیلاؤ کا عمل زیادہ وسیع ہوتا ہے۔

اوسطاً اگر آپ ہر ترکہ کے لئے مستحقین فرض کریں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک بڑی زمینداری یکدم آٹھ چھوٹی زمینداریوں میں بدل جائے گی۔

(ج) اسلامی قانونِ وراثت میں عورت بہ حیثیت ماں، بیٹی، بیوی اور بہن کے بھی اور دادی، پوتی، پھوپھی، بھتیجی، بھانجی ہونے کی حیثیت سے بھی ترکے میں مرد کے ساتھ شریک ہے۔ عورتیں ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں بیاہی جاتی ہیں تو اپنے ساتھ اپنے وراثتی حصے کو بھی لے کے جاتی ہیں، اس طرح ایک گھر کی دولت اور جائداد ایک ہی گھر میں نہیں رہتی۔ بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہوتی چلی جاتی ہے اور اس کے پھیلاؤ کی رفتار اور زیادہ تیز ہو جاتی ہے۔

اب آپ سوچئے کہ کجا یہ قانونِ وراثت اور کہاں سیٹھ ہارون صاحب کی جائداد کی تقسیم کی غیر اسلامی مثال کہ سب کچھ چار بیٹوں میں بٹ جائے۔

اس وقت تو ہر زمینداری میں کتنے ہی زندہ حقداروں کے حقوق وراثت شامل ہیں۔ اگر بروئے قانون ان کو محسوب کر کے حقداروں کے حوالے کرنے کا فیصلہ کیا جائے تو ایک ہی مرحلے میں زمینداریوں کے دس، دس، بیس بیس، چالیس چالیس ٹکڑے ہونگے۔ یہ جائز طریقہ دولتانہ رپورٹ[1]

---

[1] یہ بھی واضح رہے کہ اگر مزارعت اور بٹائی کا قاعدہ اسلام میں نہ ہوتا اور ہر شخص کے لئے صرف خود کاشت رقبہ رکھنے کا حق تسلیم کیا جاتا تو عورتوں کے حقوقِ وراثت زمین کی حد تک کسی طرح بحال نہ ہو سکتے۔ خود قانونِ وراثت ہی یہ شہادت دیتا ہے کہ اسلام میں مزارعت اور بٹائی کے اصول کا موجود ہونا ضروری ہے۔ شریعت اسلام نے دور دور کے مصالح کو نگاہ میں رکھ کر احکام دیئے ہیں۔

کے من گھڑت طریقے سے زیادہ مؤثر نتائج پیدا کرسکتا ہے اور اس کے خلاف کوئی مسلمان دم نہیں مار سکتا۔

۷۔ مولینا مودودی نے اپنی کتاب لکھتے ہوئے جو اصل محورِ کلام پیشِ نظر رکھا ہے۔ وہ زمین کی ملکیت اور مزارعت و بٹائی کا اختلافی مسئلہ ہے۔ جیسے بہت سے حضرات چھیڑ کر قسم قسم کے غیر ذمہ دارانہ فتوے دے رہے ہیں۔ اس مسئلے پر مولینا نے اپنی تحقیق پیش کی ہے۔ ضمناً انہوں نے یہ واضح کرنے کے لئے کہ زمین کی انفرادی ملکیت کو بحال رکھتے ہوئے بھی مزارعین سے انصاف کیا جا سکتا ہے۔ ایک باب "اصلاح کے حدود اور طریقے" کے عنوان سے سپردِ قلم فرمایا ہے۔ اس باب سے آپ کو اسلامی نقطۂ نگاہ کے مطابق صحیح APPROACH کے لئے رہنمائی مل سکتی ہے۔ اسکیم بہرحال الگ بنے گی۔

تاہم اس مختصر باب میں مولینا مودودی نے پوری بات کہہ دی ہے، اگرچہ صفحات کی تعداد کم استعمال کی ہے۔ آپ حاصلِ کلام کو دیکھئے نہ کہ تعدادِ صفحات کو۔

اِن اشارات کو سامنے رکھ کر ایک مرتبہ پھر پوری کتاب کو پڑھیئے اور اگر کوئی چیز کھٹکے تو براہِ کرم اس کی نشاندہی کیجئے اور کتاب و سنت کے دلائل لے کر یہ واضح کیجئے کہ مولینا نے فلاں جگہ غلطی کی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ مولینا کو کسی سچائی کے قبول کرنے میں اور اپنی غلطی کا اعتراف کرنے میں کوئی عذر نہیں ہوگا۔ (ن ج)

سونے کا نصاب

سوال:۔ زکوٰۃ کی فرضیت کے لئے عام طور سونے کا ۷½ تولہ اور چاندی کا نصاب ۵۲½ تولہ مشہور ہے۔ اس بنیاد پر دونوں کی قیمتوں میں جو نمایاں تفاوت نظر آتا ہے وہ اس توازن و اعتدال کے خلاف ہے جو شریعت کے دوسرے احکام میں پایا جاتا ہے۔ امید ہے کہ اس عقدہ کو حل فرمائیں گے۔